جناب ڈاکٹر افضل اقبال صاحب

سر آغا خان اپنے کردار و عمل کے آئینے میں

سر آغا خان کی ایک شامِ طرب و عیش کی چشم دید داستان

برصغیر بالخصوص افغانستان کے علاقہ داخان میں آغا خانی ریاست کی خطرناک منصوبہ بندی، پاکستان کے شمالی علاقہ جات پر آغا خانیوں کی یلغار اور گذشتہ دنوں صدر الدین آغا خان کی مسئلہ افغانستان کے سلسلہ میں زبردست سرگرمیاں اور پرنس کریم آغا خان کے حالیہ دورہ پاکستان اور حکومت کے رجحانات اور سیاسی مضمرات، خدا نہ کرے کہ واقعۃً بھی کسی بھیانک اور خطرناک مستقبل کا پیش خیمہ بن جائیں آغا خانیت دینِ اسلام کے خلاف ایک سازش، یہودی فکر و نظر کی علمبردار تحریک، انسانیت کے وجود پر ایک رستا ہوا ناسور اور ترم حیا اور شرافت کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے انکے عقائد اور مذہبی دجل و فریب پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ہم ذیل میں قارئین کی دلچسپی کے لیے اسمٰعیلیوں کے مذہبی سربراہ سر آغا خان کی ایک شامِ طرب و عیش" بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں۔ رائے و تبصرہ، پیش بندی اور آئندہ لائحہ عمل قارئین کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے۔ —————— (عبد القیوم حقانی)

یہ ۱۹۵۱ء کے موسمِ بہار کی ایک انتہائی سرد صبح ہے، ۹ بج رہے ہیں اور میں خیابانِ تختِ جمشید تہران میں پاکستان کے سفارتخانے کے استقبالیہ روم میں بیٹھا ہوں۔ ایک خوب صورت رولس رائس چانسری میں داخل ہوتی ہے جس پر کوئی نمبر نہیں صرف ایک تاج کندہ ہے۔ ایک باوردی ڈرائیور لیموزین سے نکل کر استقبالیہ کمرے میں آتا ہے۔ پاکستانی سفیر جن کی رہائش گاہ ذرا فاصلے سے ہے غالباً ناشتے میں مصروف ہیں۔ استقبالیہ کلرک ڈرائیور کو میری طرف متوجہ کرتا ہے۔ ڈرائیور کہہ رہا ہے کیا سفیر صاحب سر آغا خان سے مل سکتے ہیں؟ میں صورتِ حال کو سمجھتے ہوئے بھاگ کر چانسری جاتا ہوں جہاں کار میں کمزور نحیف اور بیمار آغا خان اپنے پیروں پر گرم بھورے رنگ کی کشمیری شال ڈالے نیم دراز ہیں۔ میں انہیں ممکنہ گرم جوشی سے خوش آمدید کہتے ہوئے بتاتا ہوں، کہ وہ تھوڑے ہی فاصلہ پر اپنی قیام گاہ میں ناشتہ کر رہے ہیں آپ تشریف لائیں میں ابھی انہیں بلوائے لیتا ہوں۔ وہ بڑی نرمی سے میری پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم تو صرف ملاقاتیوں کی کتاب پر دستخط کر کے چلے جائیں گے، بے حد مشغول ہیں اور خاصے علیل بھی۔ ہمارا مقصد صرف دوستانہ ملاقات تھی، ہم سفیر صاحب کو اس غیر مناسب وقت میں زحمت نہیں دینا چاہتے۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ اتنے معزز مہمان کی پیشوائی کس طرح کروں گھبراہٹ میں دوڑ کر میں ملاقاتیوں کی کتاب لے کر آتا ہوں مگر سر آغا خاں اس پر وہاں دستخط کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں

اسے وہیں کمرۂ استقبالیہ میں لے چلو ہم اس پر وہیں دستخط کریں گے۔ ساتھ ہی فرماتے ہیں: "ہم پاکستانی شہری ہیں کم از کم تعظیم جو ہم اپنے ملک کو دیں وہ یہ تو ہونی چاہیئے کہ ملک سے باہر ہونے کی صورت میں وقتاً فوقتاً ملک کے سفارتخانے جاتے رہیں۔" آغا خان کی وہیل چیئر کار سے نکالی جاتی ہے، اس اثناء میں کئی چپڑاسی اور دیگر لوگ جمع ہو چکے ہیں جو اُن کی استقبالیہ کمرے تک پہنچنے میں مدد کرتے ہیں، وہ واحد رعایت جو آغا خان نے مجھ سے چاہی یہ تھی کہ میں کتاب ان کی گود میں رکھ دوں جہاں وہ آسانی سے اس پر دستخط کر سکیں کیونکہ وہ اُس ڈیسک تک نہیں پہنچ پائیں گے جس پر عام طور پر یہ کتاب رکھی رہتی ہے۔ سر آغا خان تو اپنا کام منٹوں میں نمٹا کر واپس کار میں بیٹھے جو چند ثانیوں میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ مگر بقول شخصے، "دیکھنے والوں پہ کافی دیر سکتہ رہا۔"

اتفاق دیکھئے چند ہی منٹ بعد سفیر کبیر پاکستان تشریف لے آئے۔ جیسے ہی اُن کے علم میں آیا کہ سر آغا خان تشریف لائے تھے اور ملاقاتیوں کی کتاب میں دستخط کر کے روانہ ہو گئے ہیں تو وہ بے حد مضطرب اور بے چین ہوئے یہ سفیر ایران میں پاکستان کے پہلے سفیر جناب راجہ غضنفر علی خان تھے جو پاکستان بننے سے پہلے بھی ہندوستان کی عبوری حکومت میں شریک رہ چکے تھے بے حد منجھے ہوئے سیاستدان تھے اور آغا خان کو اپنے ذاتی دوستوں میں شمار کرتے تھے۔

عام طور پر سفراء سفارت خانوں میں آنے والے معزز حضرات کو جواباً اپنے کارڈ ارسال کرتے ہیں اور حسب سہولت اور حسب مراتب معززین وطن کو چائے، کھانوں اور دیگر تقریبات میں مدعو کرتے ہیں۔ مگر آغا خان کوئی معمولی شخصیت نہ تھے وہ پاکستانی ہونے کے ساتھ ساتھ ایرانی شہری بھی تھے اور ان دنوں شاہ ایران کے خصوصی "ماربل پیلس" میں قیام فرما تھے سفیر صاحب نے فوراً گاڑی نکلوائی اور جوابی ملاقات کے لیے ماربل پیلس پہنچ گئے۔ چند ہی منٹوں بعد وہ آغا خان سے خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ آغا خان سے راجہ غضنفر علی خان کی گفتگو جاری تھی کہ شاہ ایران تشریف لے آئے۔ آغا خان تو وہیل چیئر سے اُٹھ نہیں سکتے تھے، ان کے علاوہ سب ہی نے کھڑے ہو کر شاہ ایران کو تعظیم دی اور ان سے مؤدب انداز میں کچھ گفتگو شروع کر دی، اسی اثناء میں مہمانوں میں چائے پیش کی جانے لگی۔ راجہ صاحب نے ایک ہاتھ میں چائے کی پیالی لے لی اور دوسرے میں شکر دان سے کیوب نکالنے والا چمٹا پکڑ کر شوگر کیوب نکال کر چائے میں ڈالنا چاہی، توجہ شاہ کی طرف ہونے کی وجہ سے توازن بگڑ گیا اور گھبراہٹ میں چائے ان کی پتلون پر اُلٹ گئی، بیروں نے فوراً کپڑا لا کر پتلون صاف کرنے کی کوشش کی، شاہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے مگر راجہ صاحب نے اپنے آپ کو بڑی نازک پوزیشن میں محسوس کیا آئندہ پھر زندگی بھر انہوں نے چمٹے کے بجائے ہاتھ سے کیوب نکال کر چائے کی پیالی میں ڈالے، ساتھ ہی آغا خان سے سفارت خانے میں ملاقات نہ ہونے پر بھی وہ بعد میں زندگی بھر ملول رہے۔

اگرچہ آغا خان کافی علیل تھے پھر بھی راجہ صاحب نے ان کے اعزاز میں ایک زبردست رنگا رنگ عشائیے کا اہتمام کیا اور ان سے مہمانِ خصوصی بننے کی بطور خاص درخواست کی جسے آغا خان نے اپنے دوست کی دلجوئی کی خاطر بخوشی مان لیا۔

عشائیہ صرف عشائیہ نہیں تھا، ڈنر، ڈانس کے علاوہ کئی تفریحات پر مشتمل تھا۔ سوائے شاہ ایران کے اس محفل میں سارا شاہی خاندان موجود تھا۔ شاہ کی جڑواں ہمشیرہ شہزادی اشرف پہلوی بے حد قیمتی جواہرات سے مزین زرق برق لباس پہنے آغا خان سے بڑے دلچسپ مذاق کر رہی تھیں۔ شہزادی کے شوہر جو اس وقت ڈائرکٹر جنرل سول ایوی ایشن تھے ایک دوسرے کونے میں نوجوان خوبرو شہزادوں سے ہنسی مذاق میں مشغول تھے۔ شاہ کی دوسری بہنیں شہزادی شمس، شہزادی فاطمہ وغیرہ بھی موجود تھیں، مگر محفل کی جان آغا خان کی طویل القامت انتہائی خوبصورت اور پرکشش فرانسیسی بیگم تھیں۔ ان کی مقناطیسی جاذب نظر شخصیت کی وجہ سے سب پروانہ وار ان کے گرد جمع تھے۔

اس وقت میری ڈیوٹی آغا خان کی وہیل چیئر پر تھی، میں ان کی خدمت کر رہا تھا۔ اس خدمت نے اگرچہ مجھے اس پرخ و شنگ محفل کی متعدد دلچسپیوں سے محروم رکھا مگر میں آغا خان کے بے حد قریب ہونے اور انہیں بہتر طور پر جاننے کی سعادت سے بہرحال مستفید ہوتا رہا، ان کا مذاحیہ انداز اور دلچسپ چٹکیلے جملے مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے، وہ کس قدر زندہ دل، حسن و جمال کے دلدادہ اور فراخدل ہیں، اس کا مجھے پہلی مرتبہ اندازہ ہو رہا تھا۔ محفل کا دورانیہ کافی طویل تھا۔ سفیر صاحب مختلف میزوں پر جا جا کر مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ اسی اثناء میں آغا خان کو احساس ہوا کہ سفیر صاحب نے ابھی تک ڈانس میں حصہ نہیں لیا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں ان کی بیگم صاحبہ کی میز پر جاؤں اور انہیں بلا کر لاؤں۔ بیگم صاحبہ جو ایک جاذب نظر طویل القامت بے حد خوبصورت خاتون تھیں۔ سفیر پاکستان ان سے کہیں زیادہ طویل القامت تھے، ساتھ ہی ان کے ایک فٹ اونچے صافے نے انہیں طویل تر بنا دیا تھا۔ انہیں خیال آیا کہ سفیر اور ان کی بیگم کا جوڑا بہت اچھا رہے گا۔ انہوں نے کہا اگر مجھ جیسے پستہ قد آدمی سے شادی سے پہلے یہ خاتون سفیر سے ملی ہوتی تو صورت حال مختلف ہوتی۔ پھر بیگم سے مخاطب ہوئے اور کہا "تم سفیر کے ساتھ ڈانس کرو"۔ مگر میں ان کے ساتھ کیسے ناچوں، انہوں نے نرمی سے کہا، جی نہیں ــــ بیگم صاحبہ نے احتجاجاً کہا۔ "بیوقوفی مت کرو میری جان"، انہوں نے کہا: "یہ قوانین مشرق میں نہیں چلتے، سفیر شرمیلا آدمی ہے جاؤ اسے فرش پر کھینچ لاؤ"۔

بیگم صاحبہ نے ایسا ہی کیا، انہوں نے ایک دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ سفیر صاحب کو فرش پر کھینچ لیا اور ان کے ساتھ رقص کرنے لگیں۔ سفیر صاحب خبط الحواسی کے عالم میں بیگم آغا خان کے ساتھ کھنچے کھنچے پھر رہے تھے، بیگم صاحبہ بظاہر رقص سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ سفیر صاحب نے بیگم صاحبہ سے معذرت کرنی چاہی "مجھے رقص کی الف ب بھی نہیں معلوم"، مگر بیگم صاحبہ نے جو اپنے شوہر آغا خان کے ایماء کو اچھی طرح سمجھتی تھیں ایک نہیں سنی اور کہا: "یہ کیا مشکل کام ہے میوزک کی دھن پر بس قدم بڑھاتے رہیئے"۔ سفیر صاحب بغیر کچھ سوچے ساتھ دیتے رہے۔ سفیر اور بیگم آغا خان محو رقص تھے اور سب لوگوں کی نظریں اس خوش قامت اور خوش قسمت جوڑے پر لگی تھیں، آغا خان بھی اس منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے مگر سفیر پاکستان کی حالت بہت دگرگوں تھی، ان کے پاؤں

بے تکے پڑ رہے تھے، سانس پھولی ہوئی تھی، پسینے پسینے تھے اور بے حد نروس نظر آ رہے تھے، جب یہ جوڑا بے تکے انداز میں آغا خان کی وہیل چیئر کے قریب آیا تو آغا خان نے اپنی بیگم کے انتخاب پر انہیں داد دی اور سفیر صاحب سے گفتگو کرنے لگے، انہوں نے دونوں کی شخصیات کی مناسبت اور ہم آہنگی کا ذکر کیا اور کہا آپ دونوں کا جوڑا محو رقص افراد میں سب سے زیادہ موزوں اور ہم آہنگ ہے، آپ ایک دوسرے کے لیے بیحد مناسب ہیں" کیا صرف رقص کے فرش پر"؟ بیگم نے قہقہہ لگاتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا اور اس قہقہے میں قرب و جوار میں کھڑے سب لوگ شامل ہو گئے۔

رات کافی بھیگ چکی تھی، پارٹی کا جوش و خروش اپنے شباب پر تھا۔ اپنی اپنی جگہ ہر شخص پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ آغا خان میری طرف دیکھ کر کچھ متاسف ہوئے اور فرمایا "تم کیوں رقص میں حصہ نہیں لیتے جاؤ تم بھی ڈانس کرو" انہیں بے حد مایوسی ہوئی جب میں نے جواباً عرض کیا "سر مجھے ڈانس کرنا نہیں آتا" انہوں نے مجھ سے کچھ پینے کو کہا میں نے پھر عرض کیا "سر میں نہیں پیتا" انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ نہ میں پیتا ہوں نہ ڈانس کرتا ہوں یہاں تک کہ سگریٹ بھی نہیں پیتا۔ انہوں نے کہا "نوجوان آدمی پھر تم کرتے کیا ہو، زندگی ضائع کرنے والی چیز نہیں، مجھے دیکھو اگرچہ بیماری نے مجھے کرسی سے چپکا دیا ہے مگر میں لمحہ بہ لمحہ زندگی سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، جوانی کے مزے لو، زندگی سے استفادہ کرو، دیکھو میں اگرچہ ڈانس نہیں کر رہا مگر موسیقی کی ایک ایک تان اور فلور پر ہونے والی ایک ایک جنبش سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، رقص نہ کرتے ہوئے بھی رقصاں ہوں" انہوں نے پھر ایک مرتبہ زور دیا کہ میں جا کر اپنی ہم رقص تلاش کر لوں مگر میں نے پھر مودبانہ عرض کیا "سر میں کسی شرم و حجاب یا جھوٹے مذہبی لبادے میں ملفوف نہیں حقیقتاً میں رقص سے بالکل نابلد ہوں" انہوں نے پھر کہا کوئی بات نہیں ہر چیز کی ابتدا کرنی پڑتی ہے تم جا کر شروع ہو جاؤ، ڈانس کوئی ایسی مشکل چیز نہیں جسے سیکھنے کے لیے کسی اہتمام کی ضرورت ہو۔ میری نظروں میں اپنے سفیر کا لاچارگی بے بس اور شرمندہ چہرہ گھوم گیا، میں نے ایک مرتبہ پھر معذرت کر لی۔ وہ کچھ بدمزہ ہو کر خاموش ہو گئے مگر پھر کچھ سوچ کر بولے "کوئی بات نہیں رقص نہیں کر سکتے تو کچھ پیو ضرور" میں بار بار کے انکار سے شرمندہ ہو چکا تھا، ان کے اصرار پر شیمپین کے دو گلاس لے آیا، ایک اُن کے لیے دوسرا اپنے لیے۔ ہم دونوں چسکیاں لے لے کر شراب پینے لگے۔ اب آپ سے کیا عرض کروں واقعی شراب پینے میں لطف آیا، مجھے ذائقہ دار محسوس ہونے لگی حالانکہ میں پہلی مرتبہ پی رہا تھا۔

شراب جسے عام حالات میں میں چھونے کی بھی ہمت نہ کر پاتا، آغا خان کی ترغیب پر اور ان کے ساتھ پینے میں مجھے مزیدار لگی اور کوئی شرم، حجاب یا شرمندگی کا احساس بھی نہیں ہوا۔ پیگ مکمل ہوتے ہی مجھے اس شام کی خوبصورتی، جمال اور دلآویزی کا احساس ہونے لگا، میرے سامنے اس وقت کی خوب صورت ترین خواتین محو رقص تھیں، مردوں میں طاقتور ترین شخصیات نہ صرف سامنے محو رقص تھیں، اپنی مدمقابل خواتین کے سامنے بچھی جا رہی تھیں، عجز و نیاز کا پیکر بنی ہوئی تھیں۔ مجھے بھی اپنی شخصیت اہم اور دلآویز محسوس ہونے لگی، مجھ میں اعتماد کی لہریں ہلکورے لینے لگیں، پیش نظر خواتین میں سے ہر ایک مجھے قابل حصول

محسوس ہو رہی تھی، کاگ پر کاگ اُڑ رہے تھے، بہترین کھانے سرو ہو رہے تھے، بہترین شرابوں کی فراوانی تھی۔ ساتھ ہی آغاخان بھی کھلتے جا رہے تھے۔ ان کے دلچسپ تبصرے، رقص و سرود پر ماہرانہ تنقید زبانِ حال سے شاہد تھی کہ اس میدان میں شاید ہی کوئی ان کا مدِ مقابل ہو۔ نوجوان مردوں اور خواتین پر ان کے خوب صورت تبصرے ممکن ہے میں یہاں تحریر نہ کر سکوں۔ مگر مردوں سے چپکی ہوئی عورتوں کو دیکھ کر وہ مجھے ایک جہانِ تازہ کی سیر کرا رہے تھے۔ رقص و سرود کی اس محفل میں کئی وقفے بھی ہوئے مگر گھنٹوں سے پینے والے بھی مدہوش محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ تھک جانے والوں کی جگہ نئے جوڑے لے رہے تھے۔ ہمارے سفیر صاحب نے صرف ایک دُودھ کا پیالہ پیا تھا مگر محفل کی بھرپور کامیابی انہیں بھی مخمور بنائے ہوئے تھی۔ آغاخان اگرچہ جسمانی طور پر محفلِ رقص میں حصہ لینے سے معذور تھے مگر برابر پینے والوں کا ساتھ دے رہے تھے، وہ روحانی طور پر بے حد مسرور تھے، اُن کی کرسی رقاص جوڑوں کے قدموں کی طرح فرش پر تھرک رہی تھی۔ وہ بھرپور انداز میں انجوائے کر رہے تھے، چہرہ تازہ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا، سرخ اور مُسکراتا ہوا۔

آج میں آغاخان کی شخصیت کے بہت سے رموز سے آشنا ہو گیا تھا۔ میں اگرچہ انہیں بہت پہلے سے جانتا تھا مگر مجھے صرف اس قدر معلوم تھا کہ وہ ایک بے حد متموّل شخصیت ہیں۔ ان کے شوق بھی مجھے ہی کیا، سب کو معلوم تھے۔ مثلاً ان کے گھوڑوں کے اصطبل لاثانی تھے، گھڑ دوڑ میں ان کے گھوڑے ہمیشہ اوّل رہتے تھے۔ سیاست ان کے گھر کی لونڈی تھی، فکشن، فلاسفی، روحانیات، جمالیات، خوب صورت پھول اگانا، لکھنا پڑھنا، ان سب کے وہ ماہر تھے۔ دُنیا بھر کے سیاست دان، ادیب، شاعر، اسپورٹسمین، ہیرے جواہرات کے شائقین، امراء، نواب، سلاطین اور نادر چیزوں کے شائق ان کے احباب میں شامل تھے۔ وہ ایک متمول کمیونٹی کے امام، روحانی لیڈر اور بے تاج بادشاہ تھے، خوبصورت عورتوں اور وجیہہ مردوں کو دعوتیں دینا ان کا شوق تھا۔

ہز ہائی نس سر سلطان محمد شاہ آغاخان اس عمر میں بھی اس قدر انجوائے کر سکتے ہیں، اتنے زندہ دل ہیں اور نوجوان خواتین کی نفسیات پر اس قدر عبور رکھتے ہیں، اِس کا مجھے اندازہ نہ تھا۔ یہ ۳۵ سال سے بھی زیادہ عرصے کی بات ہے آج وہ ہم میں نہیں مگر مجھے یقین ہے کہ وہ آج بھی جنت الفردوس میں لطف اندوز ہو رہے ہوں گے، حُوروں کے ساتھ رقص کر رہے ہوں گے اور شرابِ طہور کا جام ان کے ہاتھ میں ہو گا۔

(بحوالہ "ڈان" کراچی۔ بشکریہ ہفت روزہ "تکبیر" کراچی)